ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

رنگِ سخن کلامِ حیدر بخش حیدری

HAIDER BUKHSH HAIDRI’S SPECTRUM OF POETRY

***Dr. Muhammad Hafeez, **Dr. Abdul Aziz Malik, *** Dr. Sumaira Akbar**

*Visting Lecturer, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad
**Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad
***Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College University Faisalabad

ABSTRACT:
“Sayyid Haider Bukhsh Haidri was the most prominent and prolific writer of Fort William College. He wrote many books of urdu literature. He is well known for his Dastan’s “Tota Kahani” and “Aaraish-e-Mehfil”. As well as being a prose writer he was also a poet. Although most of his topics are conventional but his poetry is full of similes and metaphors. This article deals with the poetic recognition and critical appreciation of Haidri’s poetry.”

Keywords: *Prolific, Poetry, Similes, Metaphors, Critical, Appreciation.*

کلیدی الفاظ: انمول، شاعری، تشبیہات، استعارات، تنقیدی، تعریف۔

سیّد حیدر بخش حیدری کی اہمیت کو بہت کم لوگوں نے جانا اور ان کے ادبی مقام کو بہت کم لوگوں نے پہچانا ہے۔ ڈیڑھ سو سال گزر جانے کے بعد بھی لوگ انھیں توتا کہانی اور آرائشِ محفل کے مؤلف کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کی متعدد کتابوں کا ابھی تک کسی کو علم بھی نہیں ہو سکا۔ ان میں بیشتر کتابیں یورپ کے کتب خانوں میں ایک عالم کس مپرسی میں پڑی ہیں۔ ان کتابوں کا شائع کرنا تو درکنار ان میں سے بیشتر کا تو دیکھنا بھی کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔

سیّد حیدر بخش حیدری اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ انشاء پرداز اور ایک اعلیٰ درجے کے تخلیقی فن کار تھے۔ حیدری کا قلم صرف ترجے تک ہی محدود نہیں رہا۔ طبع زاد تخلیقات کے میدانوں میں بھی اس نے اپنے جوہر دکھائے ہیں، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی تصانیف کے موضوعات بھی مختلف اور متنوع ہیں۔ ایک پہلودار وسیع اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی داستان گوئی، افسانہ نگاری اور تذکرہ نویسی سب اس خیال پر صداقت کی مہر لگاتی ہیں۔ حیدری ایک بلند پایہ نثر نگار اور ایک اعلیٰ درجے کے صاحبِ طرزِ انشا پرداز تھے۔

انھوں نے نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کی۔ حیدری ایک اعلیٰ درجے کے شاعر تھے اور انھوں نے عنفوانِ شباب ہی میں شاعری شروع کر دی تھی لیکن ان کے زمانے کے بیشتر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں حیدری کا ذِکر نہیں کیا ہے۔ نواب علی ابراہیم خلیل خان خلیل ان کے محسن اور مربی تھے اور حیدری نے ان سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن تذکرہ گلزارِ ابراہیم میں خلیل نے حیدری کا ذِکر نہیں کیا ہے۔

مرزا علی لطف ان کے ہم عصر اور فورٹ ولیم کالج میں ان کے رفیقِ کار تھے لیکن لطف کا تذکرہ گلشنِ ہند بھی حیدری کے ذِکر سے خالی ہے۔ اُردو شاعری کے صرف تین تذکرے ایسے ہیں جن میں حیدری کا ذِکر موجود ہے۔ ایک تو بنی نرائن جہاں کا تذکرہ دیوانِ جہاں ہے، دوسرا عبد الغفور نساخ کا تذکرہ سخن شعرا، اور تیسرا کریم الدین کا تذکرہ طبقات شعرائے ہند ہے۔

بنی نرائن جہاں نے اپنے تذکرے میں ان کے متعلق صرف یہ لکھا ہے:

”حیدری تخلص:نام میر حیدر بخش، دِلّی کے رہنے والے، بالفعل مسندِ حیات پر موجود ہیں اور اس خاکسار کو نہایت ان کی خدمت میں بندگی ہے۔“[۱]

عبدالغفور نساخ نے اپنے تذکرے میں حیدری کے بارے میں صرف اتنی ہی معلومات فراہم کی ہیں:

”حیدری تخلص حیدر بخش دہلوی۔۱۲۱۶ء میں کلکتہ میں تھے۔ان کی آرائشِ محفل یعنی ہفت سیر حاتم نظر سے گزری۔“[۲]

فورٹ ولیم کالج کے لکھنے والوں میں سیّد حیدر بخش حیدری کا نام بہت اہم ہے لیکن ان کے حالاتِ زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ سیّد حیدر بخش حیدری دِلّی کے رہنے والے تھے۔ان کے بزرگ نجف اشرف سے ترکِ وطن کر کے دِلّی میں آئے اور اسی سرزمین پر اقامت اختیار کر لی۔سیّد حیدر بخش حیدری کو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے میر امّن کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ حیدری فورٹ ولیم کالج کے لکھنے والوں میں بلند مقام رکھتے ہیں انھوں نے اپنے ہم عصروں میں اُردو کی سب سے زیادہ کتب تالیف کیں اور نہ صرف تراجم تک اپنے آپ کو محدود رکھا بلکہ طبع زاد کتابیں بھی لکھیں۔حیدری کو جو بھی مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بنیاد ان کے نثری کارنامے ہی ہیں لیکن حیدر بخش حیدری ایک اعلیٰ پائے کے نثر نگار ہی نہ تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔حیدری کے تذکروں میں جہاں ان کی زندگی کے حالات کے بارے میں چند اطلاعات ملتی ہیں وہاں شاعری پر کوئی تبصرہ نہیں ملتا۔

حیدری فورٹ ولیم کالج کے منشیوں میں سب سے زیادہ بسیار نویس تھے۔ان کی داستانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔حیدری ایک ماہر داستان نویس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلم الاثبوت اور کُہنہ مشق شاعر بھی تھے۔دیوانِ حیدری میں غزلیات کے ساتھ ساتھ مخمس، قطعات، مثنوی اور قصائد بھی نظر آتے ہیں۔سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام کے سرسری مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سیّد حیدر بخش حیدری کو زبان و بیان پر کامل دسترس حاصل ہے۔سیّد حیدر بخش حیدری فنی اعتبار سے ایک قادرالکلام شاعر نظر آتے ہیں تاہم فکری اعتبار سے ان کے ہاں زیادہ وسعت اور گہرائی نظر نہیں آتی۔

سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام میں تشبیہات کی رنگارنگی بہت زیادہ موجود ہے اور تشبیہ کی تعریف کو دیکھا جائے تو سیّد عابد علی عابد اس کی تعریف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

”تشبیہ کے معنی ہیں کسی خاص لحاظ سے ایک شے کو کسی دوسری شے جیسا ظاہر کرتا۔“[۳]

سیّد حیدر بخش حیدریؔ نے اپنے کلام میں خوبصورت تشبیہات کا استعمال کیا ہے، ملاحظہ کیجیے:

گرا تھا کٹ کے زمین پر کبھی تیرا ناخن
فلک نے اس کو اُٹھا کر وہیں ہلال کیا [۴]

———

دل دیکھ کے خال اس کا زلفوں میں پھنسا جا کے
ہر مرغ تو بے دانہ در دام نہیں آتا [۵]

سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام میں تشبیہات کا ایک منفرد جہاں موجود ہے۔ ان اشعار میں سیّد حیدر بخش حیدری نے بڑے منفرد انداز میں محبوب کے رُخسار پر موجود تل کے نشان کو اُس دانے سے تشبیہ دی ہے جو شکاری حضرات اپنے شکار کو جال میں پھنسانے کے لیے اس کے آگے ڈالتے ہیں۔

سیّد حیدر بخش حیدری کہتے ہیں کہ محبوب نے اپنی زلفوں کا جال بچھا کر معصوم عاشقوں کو لبھانے اور اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے اپنے رُخسار پر موجود تل کا سہارا لیا ہوا ہے جو اِس کے دِلکش رُخساروں کے حسن میں مزید چار چاند لگا رہا ہے۔ سیّد حیدر بخش حیدری کے ہاں تشبیہات کا خوب صورت اور معنی آفرین جہاں موجود ہے۔ حیدری نے اپنے کلام میں تشبیہات کو بڑے سلیقے اور قرینے کے ساتھ برتا ہے۔

حیدر بخش حیدری نے اپنے کلام میں بڑی منفرد اور خوب صورت تلمیحات کا بھی ذِکر کیا ہے۔ تلمیح کی تعریف کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"علمِ بدیع کی اِصطلاح میں تلمیح اِس شاعرانہ حربے کو کہتے ہیں جس کے تحت کہنے والا یا لکھنے والا اپنے کلام یا تحریر میں کم سے کم الفاظ میں کسی تھے۔ آیت، حدیث، شخصیت یا مشہور واقعے کی طرف اِشارہ کرے۔ کسی قصہ طلب واقعے سے مضمون پیدا کرے۔"[۶]

سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام میں بھی جابجا تلمیحات کا استعمال دکھائی دیتا ہے۔ حیدر بخش حیدری نے مذہبی تاریخی نوعیت کی تلمیحات کو اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔ چند اشعار نمونے کے طور پر ملاحظہ ہوں:

حیدری کیسی دو آنکھیں ہیں یہ حسرت ہے مجھے
دیکھ نرگس نے جنھیں سر کا اُٹھانا چھوڑا[۷]

سیّد حیدر بخش حیدری نے اس شعر میں آنکھوں کی مناسبت سے ایک مصروف اور مقبولِ عام صورت "نرگس" کو تشبیہی انداز میں بیان کرتے ہوئے نرگس کو بطور تلمیح استعمال کیا ہے جو کہ یونانی دیومالا میں ایک معروف کردار Narcicuss کی طرف اشارہ کرتی ہے اور قاری کا ذہن فوراً اس قصے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

شعرائے مجنوں کو بطورِ تلمیح اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے کہ مجنوں لیلیٰ کی محبت میں گرفتار صحرا کی خاک اُڑاتا رہا، لیلیٰ اور مجنوں کا واقعہ ایک مشہور اور معروف واقعہ ہے جس کو شعرائے اپنے کلام میں شامل کیا۔

سیّد حیدری بخش حیدری نے بھی مجنوں کا ذِکر اپنے کلام میں کیا ہے:

مجنوں نے خاک جا کر صحرا میں گو اُڑائی
پر اَب جنوں کا جنگل آباد میں کروں گا[۸]

سیّد حیدر بخش حیدری کہتے ہیں کہ مجنوں نے تو لیلیٰ کے عشق میں صحرا میں خاک اُڑاتا رہا مجنوں کی دیوانگی صرف صحرا کی حد تک تھی لیکن میں اپنے محبوب کے لیے اس قدر دیوانہ ہو گیا ہوں کہ مجنوں کی دیوانگی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔ اس نے تو جنگل میں خاک اُڑائی لیکن میں اب اپنے جنوں سے پورا جنگل آباد کروں گا۔

حیدر بخش حیدری نے اپنے کلام میں صنعتِ مراعاۃ النظیر کا بھی بڑا خوب صورت استعمال کیا ہے۔ علمِ بدیع کی اِصطلاح میں صنعتِ مراعاۃ النظیر سے مراد کلام میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا جن میں معنوی اعتبار سے خاص تعلق ہو اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ نسبت تضاد کے علاوہ کوئی اور مناسبت رکھتے ہوں۔

مراعاۃ النظیر کی تعریف سیّد عابد علی عابد، البدیع میں یوں تحریر کرتے ہیں:

> "اس تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہیں یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبتِ تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہوں جیسے چمن کے ذِکر کے ساتھ گل وبلبل و باغبان و سرو وقمری وغیرہ کا ذِکر کرنا اور کسی چیز کے ذِکر میں اس کے مناسبت کو بیان کریں۔"[۹]

سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حیدر بخش حیدری نے بھی اس صنعت کو اپنے کلام میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ نبھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کلامِ حیدری میں صنعتِ مراعاۃ النظیر کے نمونے ذیل میں درج ہیں:

گلشن میں آج کس کا گزر اے صبا! ہوا
سرو ایک پاسے جو اَب تک کھڑا ہوا[۱۰]

مندرجہ بالا شعر میں گلشن، صبا اور سرو کا تعلق ایک ہی سلسلے یعنی چمن اور اس کے منسوبات سے ہے اور ایسی چیزوں کے تسلسل کا شعری اظہار صنعتِ مراعاۃ النظیر میں شمار ہوتا ہے۔

حیدری نے اپنے کلام میں صنعتِ مبالغہ سے بھی بہت زیادہ کام لیا ہے۔ صنعتِ مبالغہ سے مراد کلام میں کہ اوصافِ مدح و ہجا میں غلو کرنا۔ کسی ممدوح کی تعریف میں اس حد تک افراط کرنا کہ سوائے پیغمبر کے وہ مدح اور کسی پر پوری نہ اُترے، یہ سخت عیب بھی ہے۔ کلام میں کسی بات کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا یعنی کسی اَمر کو شدت وضعف میں اس حد تک پہنچا دینا کہ اُس حد تک اس کا پہنچنا محال ہو تا کہ سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہے۔ سیّد حیدر بخش حیدری بھی اپنے کلام میں صنعتِ مبالغہ کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مبالغے کے اشعار نمونے کے طور پر ملاحظہ ہوں:

زور یہ موزوں ہوئی اے حیدری تجھ سے غزل
جو سنے اس کو وہیں ہو مبتلا تحریر کا[۱۱]

سیّد حیدر بخش حیدری کہتے ہیں کہ میرا کلام اس قدر اعلیٰ اور موزوں ہے کہ میرے کلام کو یا میری غزل کو جو کوئی بھی سنے تو اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہو جائے کہ میں بھی غزلیں تحریر کرو۔ اسی طرح اور نمونے بھی کلامِ حیدری میں دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں حیدر بخش حیدری نے صنعتِ مبالغہ کو برتا ہے۔ سیّد حیدر بخش حیدری نے اپنے کلام میں صنعتِ مبالغہ کا جابجا استعمال کیا ہے۔ کہیں اپنے ذاتی غم کو شدت سے بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کہیں محبوب کی جدائی کا غم اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ آنکھوں میں آنسوؤں کی بجائے خون بہتا ہے۔

مبالغہ کے ساتھ ساتھ حیدری نے شاعرانہ تعلّی کے مضامین بھی بڑے اچھے انداز میں باندھے ہیں اور ان کے کلام میں شاعرانہ تعلّی بڑے منفرد انداز میں بیان کی گئی ہے۔ شاعرانہ تعلّی سے مراد کلام میں شاعر خود کو سب سے اعلیٰ و برتر ظاہر کرتا ہے۔ اُردو شاعری میں شاعرانہ تعلّی کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں۔ تعلّی کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ:

حرفِ سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"شاعرانہ اِصطلاح کے طور پر تعلّی سے مراد شاعر کا وہ نفسیاتی رویہ ہے جس کے باعث وہ اپنی غزل پر فخر و غرور کرتا ہے۔ فنِ شناسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ معاصر شعرا کی تحقیر کرتا ہے۔ خاندان اور نسب پر ناز کرتا ہے۔"[۱۲]

کلامِ حیدری کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سیّد حیدر بخش حیدری نے اپنے کلام میں شاعرانہ تعلّی کا جابجا استعمال کیا ہے۔ کلامِ حیدری میں شاعرانہ تعلّی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

زور یہ موزوں ہوئی اے حیدری تجھ سے غزل
جو سنے اس کو وہیں ہو مبتلا تحریر کا [۱۳]

حیدری سچ تو یہ ہے خوب غزل تم نے کہی
اس کو میں تم سے کسی بزم میں پڑھواؤں گا [۱۴]

حیدر بخش حیدری کا یہ شعر بھی شاعرانہ تعلّی کا حامل ہے، جس کے مطابق حیدری اپنی غزل کو سب سے خوب تر بتاتے ہوئے کسی بزم میں پڑھوائے جانے کا عندیہ ظاہر کرتے ہیں۔ حیدر بخش حیدری خود کو قادرالکلام کہتے دکھائی دیتے ہیں۔ حیدری اپنے کلام کو اعلیٰ و برتر ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ غزل حیدری جس دم تیری سودا نے سنی
آگ دیوے گا وہیں اپنے وہ دیوان میں پھونک[۱۵]

ان اشعار میں حیدری اپنے کلام کو خوب تر کہتے ہیں کہ میرا کلام سب سے اعلیٰ و برتر ہے حیدری کہتا ہے کہ جب سودا میری اس غزل کو سنے گا تو اپنے دیوان کو جلا دے گا میری اس غزل کے مقابل اسے اپنا کلام بے معنی لگے گا۔ اسی طرح مزید حیدری خود کو اعلیٰ و برتر ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حیدری کیا کہوں اب تجھ سے بقول سودا
یا تو ہے درد و یا میر ہے یا میں ہی ہوں[۱۶]

لگ بھگ ہر شاعر نے حُسنِ تعلیل کی صنعت کو اپنے کلام میں استعمال کیا ہے اور حیدری نے بھی اس کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ پروفیسر انور جمال حُسنِ تعلیل کی تعریف اِس طرح لکھتے ہیں:

"حُسنِ تعلیل شعری صنعت ہے جس میں شاعر کسی واقعے کی اصل، منطقی، جغرافیائی یا معاشی وجہ کو نظر انداز کر کے ایک تخئیلاتی، جذباتی اور عین شاعرانہ وجہ بیان کر دیتا ہے۔"[۱۷]

سیّد حیدر بخش حیدری اپنے کلام میں حُسنِ تعلیل کو بخوبی نبھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

برابری کا تیری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار طمانچے مونہ اس کا لال کیا[۱۸]

اس شعر میں حیدری کہتے ہیں کہ خوبصورتی میں پھول کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ پھول اپنی خوبصورتی اور نزاکت میں منفرد ہے لیکن جب پھول نے میرے محبوب کی برابری کرنے کا ذرا سا بھی خیال اپنے دل میں پیدا کیا تو صبا نے طمانچے مار کر اس کا منہ لال کر دیا یعنی جب چمن میں صبح کی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو پھولوں کا رُخ بدل جاتا ہے اور گلاب کا پھول لال رنگ کا ہوتا ہے اور شاعر نے صبا کے چلنے سے گلاب کا منہ لال کیا ہے جو کہ حقیقی وجہ نہیں ہے۔

سیّد حیدر بخش حیدری اپنے کلام میں اکثر مقامات پر حُسنِ تعلیل کا نہایت موزوں اور بر محل استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

مری مشتِ خاک اس کے کوچے میں لے جا
بھلا دست گیری کر اتنی میں صبا تو[۱۹]

صنعتِ تضاد سے مراد کلام میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ اس صنعت کو طباق، مطابقت، تطبیق، تضاد اور تکافو بھی کہتے ہیں یعنی کہ معانی تضاد کو جمع کر دیا جائے۔ کلامِ حیدری میں بھی صنعتِ تضاد کے نمونے دکھائی دیتے ہیں:

بے مہر تو اِتنا ہے خورشید لقا! مجھ تک
گر صبح کو آتا ہے تو شام نہیں آتا[۲۰]

مندرجہ بالا شعر میں صبح اور شام دونوں متضاد ہیں۔ یہ صورت صنعتِ تضاد میں ایجابی صورت کہلاتی ہے۔ تضاد کی دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک صورت ایجابی صورت اور دوسری سلبی صورت کہلاتی ہے۔

ایجابی صورت میں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں لیکن ان میں حرفِ نفی استعمال نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا شعر بھی صنعتِ تضاد کی ایجابی صورت کی عکاسی کرتا ہے جس میں صبح اور شام دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ان کے سات حرفِ نفی استعمال نہیں ہوا۔

زلف کو ٹک چھوڑ دے چہرے پر اے ماہ رو!
ملتے ہیں کس پیار سے شام و سحر دیکھنا[۲۱]

اس شعر میں بھی تضاد کی ایجابی صورت پائی جاتی ہے۔ دوسرے مصرعے میں شام و سحر دونوں متضاد ہیں لیکن ان کے ساتھ حرفِ نفی استعمال نہیں ہوا۔ کلامِ حیدری میں صنعتِ تضاد کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ سیّد حیدر بخش حیدری نے صنعتِ تضاد کو خوبصورت قرینے سے نبھایا ہے۔

شب سے تا صبح کل جو چرچا تھا
ذکر تیرے ہی زلف و رُخ کا تھا[۲۲]

اس شعر میں سیّد حیدر بخش حیدری نے صنعتِ تضاد کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔ یہ صورت بھی ایجابی صورت ہے۔ پہلے مصرعے میں شب اور صبح دونوں متضاد ہیں لیکن حرفِ نفی استعمال نہیں ہوا۔ حیدری نے محبوب کی زلفوں کو شب سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں حیدری محبوب کے حسن و جمال کا ذِکر کر رہے ہیں کہ میرے محبوب کی زلفیں رات کی طرح گھنی سیاہ ہیں جس طرح رات کالی سیاہ ہوتی ہے۔ اسی طرح میرے محبوب کی زلفیں بھی سیاہ ہیں اور محبوب کے چہرے کو صبح کی طرح روشن قرار دیا ہے۔

سیّد حیدر بخش حیدری کی غزلیات کو پڑھ کر گیتوں کی دُھنیں سماعتوں سے ٹکرانا شروع ہو جاتی ہیں۔ حیدری کے کلام میں موسیقیت اور ترنم کی لے پائی جاتی ہے جس سے سامع و قاری کی بوجھل طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔ بوریت اور اُکتاہٹ کی کیفیت سے نجات پانے کے لیے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

سامع و قاری کلام حیدری میں حیدری کی ان غزلیات کو گنگنا کر تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ کلام حیدری سے لی گئی درج ذیل غزلیات جن میں گیتوں کا رنگ، موسیقیت اور ترنم کی لے دکھائی دیتی ہے۔

نہ بت خانے سے مطلب نہ حرم سے کام رکھتے ہیں
یہ ہم کو کس لیے گبر و مسلماں نام رکھتے ہیں
کہو کیونکر نہ مرغ دل پھنسے زلفوں میں خوباں کی
یہ صیاد زماں دانا ہیں دو دو دام رکھتے ہیں [۲۳]

گیتوں کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں تکرارِ حرفی و لفظی کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اُردو شاعری میں تکرارِ حرفی و لفظی سے مراد ایک مصرعے میں یا دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ کا بار بار استعمال کرنا تکرارِ حرفی و لفظی کہلاتا ہے۔ تکرارِ حرفی و لفظی سے اشعار میں موسیقیت اور غنائیت پیدا ہوتی ہے اور رنگِ تغزل نکھر تا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اُردو شاعری میں کلاسیکی شعرا سے لے کر جدید شعرا تک تکرارِ حرفی و لفظی کا اہتمام ملتا ہے۔ سیّد حیدر بخش حیدری کے ہاں بھی تکرارِ حرفی و لفظی کی خوبصورت مثالیں نمونے کے طور پر دیکھیے:

ہجراں کی شب میں اکثر لے شام سے سحر تک
کر زلف یاد اس کی میں بار بار رویا [۲۴]

———

روتے روتے تمام رات کٹی
ہجر کی تیرے پر نہ بات کٹی [۲5]

میر انیس کے زمانے میں لکھنوء میں صنائع بدائع ہی کو شاعر کا کمال سمجھا جاتا تھا۔ کسی شخص نے میر انیس سے پوچھا کہ آپ لفظی رعایتوں اور صنائع بدائع کو پسند کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، لیکن آخر لکھنوٴ میں رہنا ہے۔

رعایتِ لفظی اور تکلف و تصنع کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور تکلف و تصنع لازماً بے اثری پر منتج ہوتے ہیں۔ لکھنوی دبستانِ شعر و ادب میں رعایتِ لفظی عام ہے۔ نثر میں رجب علی بیگ سرور اور نظم میں امانت لکھنوی کا نام اُردو ادب کی تاریخ میں رعایتِ لفظی کے لیے مشہور ہے۔

صنعتِ رعایتِ لفظی کو سیّد حیدر بخش حیدری نے بھی اپنے کلام میں نہایت خوبصورتی اور سلیقے کے ساتھ برتا ہے۔ چند اشعار نمونے کے ملاحظہ ہوں:

بے مہر تو اتنا ہے خورشید لقا! مجھ تک
گر صبح کو آتا ہے تو شام نہیں آتا [۲۶]

———

گلشن کی نہ خواہش نہ چمن کی مجھے اُلفت
لہکے ہے جگر میں میرے گلزارِ محبت [۲۷]

ان کے کلام میں لف و نشر کے نمونے بھی بڑے خوب صورت نظر آتے ہیں۔

لف کے لغوی معنی لپیٹنے کے اور نشر کے لغوی معنی پھیلانے کے ہیں۔ صنعتِ لف و نشر دو اجزا کا مجموعہ ہے۔ پہلے شاعر دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ذِکر کرتا ہے۔ اُسے لف کہتے ہیں پھر اُن چیزوں کے مناسبات کو بغیر تعین کے بیان کیا جاتا ہے۔ اسے نشر کہتے ہیں۔ لف و نشر کے بارے میں سیّد عابد علی عابد لکھتے ہیں کہ:

"لف سے مراد ہے کہ چند چیزوں کا ذِکر کیا جائے اور نشر کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے مناسبات کو بغیر تعین کے بیان کریں۔"[۲۸]

سیّد حیدر بخش حیدری نے اپنے کلام میں صنعتِ لف و نشر کو شاندار اور خوبصورت سلیقے سے نبھایا ہے۔ چند اشعار جن میں صنعتِ لف و نشر کا استعمال ہوا ہے، ملاحظہ ہوں:

کوئی صورت نظر آتی نہیں اب جی کے بچنے کی ادھر ہے تیر مژگاں اور ایدھر سینہ سپر پہلو
یہ ہے گوٹ زری کا حسن تیرے گرد چہرے کے طلائی جس طرح کرتے ہیں آئینہ کا ہر پہلو

کیا کس کے تئیں اون نے شہیدا ے حیدری! سچ کہہ
نظر آتا ہے اس کی تیغ کا جو خون سے تر پہلو[۲۹]

سیّد حیدر بخش حیدری کے کلام میں عشق و محبت کا تلاطم خیز دریا موجود ہے۔ ان کے ہاں قلبی جذبات کی صداقت اور خلوص کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ حیدری وارداتِ حسنِ محبوب کو عشق کا لازمہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں عشق کا جذبہ ہے جو عشق کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ وہ چیزیں جو لازمہ عشق و وفا ہیں۔ ان کے اشعار میں دکھائی دیتی ہیں۔

حیدری عشق و محبت کے تمام آداب و اسرار سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک محبت بہت ہی مشکل ہے وہ کوچہ محبوب کو منزل اور مستقبل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عشق میں صداقت یہ ہے کہ عاشق کوچہ یار میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے کیونکہ وادیِ عشق کی اٹل حقیقت یہی ہے کہ محبت پروانے کی طرح جل جانے اور جان کی قربانی پیش کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ سیّد حیدر بخش حیدری کہتے ہیں کہ عاشق کو سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دل ہے تجھے اشتیاق اس کو اگر دیکھنا
جان کو رکھ ہاتھ پر تب تو ادھر دیکھنا [۳۰]

دل کہتا ہوں میں مت ہو گرفتارِ محبت

ہو جاوے گا دُشوار تجھے یار محبت [۳۱]

سید حیدر بخش حیدری کہتے ہیں کہ جب عشق کی واردات دل پر ہوتی ہے تو محبوب کی صورت ہر لحظہ آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہے۔ محبوب کی صورت آنکھوں کے راستے دل میں ایسی سماتی ہے کہ پھر سکون ملنا مشکل ہوتا ہے۔

سیّد حیدر بخش حیدری کے ہاں محبوب کا تصور بڑا دِلکش اور حسین ہے وہ محبوب کے سراپا حسن میں کھو جاتا ہے وہ محبوب کی زلفوں میں کھو جاتا ہے، جس طرح کوئی پرندہ دانہ کھانے کی غرض سے جال میں پھنس جاتا ہے پھر اس کا وہاں سے نکلنا محال ہوتا ہے اسی طرح وہ محبوب کی سیاہ زلفوں کے جال میں پھنس جاتا ہے اور محبوب کے عشق میں گرفتار ہو جاتا ہے اور وہاں سے رہائی پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ حیدری کے کلام میں مختلف نوعیت مضامین کے ساتھ ساتھ انھوں نے روایتی مضامین بھی شاعری میں استعمال کیے ہیں۔

ہجر و وصال اُردو غزل کی قدیم روایتی علامت ہے جو کہنہ مشق اساتذہ سخن کے ہاں موجود ہے جس طرح عشق میں محبوب کی قربت و وصل کا عملی تجربہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فرقت و جدائی کے لمحے بھی آتے ہیں۔ حیدری کے ہاں ہجر و وصال اور جدائی کی وارداتیں روایتی فضا کی عکاس ہیں۔ وہ فرقت و جدائی کو اپنے لیے ضرورت غم قرار دیتا ہے۔

غم کی شدت اس کے جگر کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ شاعر کے دل پر غم کی شدت قیامت ڈھاتی ہے۔ محبوب کے ہجر میں وہ ساری ساری رات روتا ہے۔

یاں تلک تو ہے اثر اس نالۂ شبگیر کا
کر دے دو ٹکڑے جگر پتھر کی بھی تصویر کا [۳۲]

شاعر محبوب کی جدائی میں ہر لحظہ بے چین و بے قرار رہتا ہے۔ محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کو وہ بے قرار ہے اور بے قراری اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا دل محبوب کی تصویر اور تصور سے سکون نہیں پاتا۔ وہ داغ فرقت میں چُور چُور نظر آتا ہے۔ شاعر کو کہیں بھی قرار اور تسکین میسر نہیں آتی۔ اب شاعر اپنے محبوب کی جدائی میں اس قدر بے بس ہو چکا ہے کہ اسے رونے کے علاوہ کوئی کام نہیں آتا ہے۔ وہ محبوب کے غم میں رونے کے سوا کچھ نہیں کر پاتا ہے۔

یارو! شب فرقت میں آرام نہیں آتا
رونے کے سوا مجھ کو کچھ کام نہیں آتا [۳۳]

حیدری نے ہجر و وصال اور غم کی حالت کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ خلوت و جلوت میں ہجر، جنون، حُزن و غم اور انتظارِ محبوب کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں۔ محبوب کی یاد ان کے دل میں خار کی طرح کھٹکتی ہے۔ اسے فرقت و جدائی کا لمحہ لمحہ ڈستا ہے اور یہ کڑی سزا سے کم نہیں ہے پھر شاعر اپنے محبوب کے غم میں اس قدر روتا ہے کہ اس کو روتے ہوئے دیکھ کر بادل بھی رونے لگتا ہے۔ حیدری اپنے غم کی شدت کو مبالغے کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

اس رشک گل کی خاطر جس دن میں زار رویا
رونے کو دیکھ میرے ابر بہار رویا [۳۴]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ہجر ووصال میں عاشق کے جذبات مچلتے ہیں اور وہ تخیلات کے فشار میں کئی بار محبوب کے چہرے کا دیدار کرتا ہے۔ جدائی اسے خون کے آنسو رُلاتی ہے اور وہ جب کبھی محبوب کی قربت میں جاتا ہے تو رورو کر داستانِ غم بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کی خاطر لاکھ بار روتا ہے لیکن اس کا محبوب ایسا سنگدل ہے کہ وہ اپنے عاشق کے لیے ایک بار بھی نہیں روتا بلکہ اس پر شاعر کے رونے کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

ہجر وفراق کا مضمون غزل کی روایت میں شامل ہے۔ حیدری کے ہاں محبوب کی جدائی، محبوب کے ستم، محبوب کا غم اس قدر شدت سے ہے کہ شاعر پر رات کی جدائی قیامت برپا کر دیتی ہے۔ شاعر اپنے محبوب کے لیے دن رات تڑپتا اور روتا ہے۔ شاعر کی راتیں محبوب کے بنا بہت بھاری گزرتی ہیں۔ وہ محبوب کی زلفوں کی یاد میں ساری ساری رات رو کے گزارتا ہے۔ وہ محبوب کی فرقت میں ہر لحہ بے چین و بے قرار رہتا ہے۔

حیدری کے کلام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حیدر بخش حیدری نے اس دور کے روایتی مضامین بیان کیے ہیں۔ حیدر بخش حیدری کا شعری کینوس رنگا رنگ تو ضرور ہے لیکن اس میں ذہنی اعبار سے فرحت کا سامان کم نظر آتا ہے ان کے کلام میں زیادہ گہرائی نظر نہیں آتی ہے۔

حیدر بخش حیدری نے فن کے لوازمات کو استعمال کر کے قاری کی دلچسپی کو بڑھایا ہے۔ حیدری کے کلام میں زبان و بیان کی ندرت، لب و لہجہ کی جاذبیت، محاورہ بندی، مکالماتی انداز اور معنی آفرینی کے دلآویز نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں تشبیہات، اِستعارات، تلمیحات، صنعتِ مراعاۃ النظیر، صنعتِ مبالغہ، شاعرانہ تعلّی، حُسنِ تعلیل، تضاد، گیتوں کا لہجہ، تکرارِ حرفی ولفظے، رعایتِ لفظی، صنعتِ لف و نشر، عشق و محبت اور ہجر ووصال کے نمایاں موضوعات نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ جہاں، بنی نرائن، دیوانِ جہاں، مرتبہ: احمد کلیم الدین، مطبوعہ نول کشور، س۔ن، ص ۹۹
۲۔ نساخ، عبد الغفور، سخن شعرا، مطبوعہ نول کشور، س۔ن، ص ۱۴۳
۳۔ سیّد عابد علی عابد، البیان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۹۱
۴۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوانِ حیدری، مرتبہ: ڈاکٹر عبادت بریلوی، لاہور: پنجابی ادبی اکادمی، ص ۶۷
۵۔ ایضاً، ص ۷۰
۶۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اِصطلاحات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۹۵
۷۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوانِ حیدری، ص ۶۹
۸۔ ایضاً، ص ۷۴
۹۔ سیّد عابد علی عابد، البدیع، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص ۱۲۴
۱۰۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوانِ حیدری، ص ۷۳
۱۱۔ ایضاً، ص ۶۸
۱۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اِصطلاحات، ص ۸۹
۱۳۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوانِ حیدری، ص ۶۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

۱۴۔ ایضاً، ص ۷۷

۱۵۔ ایضاً، ص۹۹

۱۶۔ ایضاً، ص۱۱۱

۱۷۔ پروفیسر انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۵ء، ص۹۶

۱۸۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوان حیدری، ص۶۷

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۷۰

۲۱۔ ایضاً، ص ۷۲

۲۲۔ ایضاً، ص ۷۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۲۴۔ ایضاً، ص ۷۵

۲۵۔ ایضاً، ص۱۴۰

۲۶۔ ایضاً، ص۷۰

۲۷۔ ایضاً، ص۷۹

۲۸۔ سیّد عابد علی عابد، البدیع، ص۲۱۰

۲۹۔ سیّد حیدر بخش حیدری، دیوانِ حیدری، ص۱۱۷

۳۰۔ ایضاً، ص۷۲

۳۱۔ ایضاً، ص۷۹

۳۲۔ ایضاً، ص۶۸

۳۳۔ ایضاً، ص۷۴

۳۴۔ ایضاً، ص۷۵